یہ فیصلہ کریں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے برائیوں کے شہر کو چھوڑ کر نیکیوں کے شہر کی طرف حرکت شروع کر دیں گے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7رفروری 1997ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (الزمر: 8 تا 10)

پھر فرمایا:

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ جمعہ کا دن ہے جس دن تمام دنیا میں اس کثرت سے نمازی مساجد میں اکٹھے ہوتے ہیں کہ تمام سال کسی اور موقع پر ایسا مساجد کا اجتماع دکھائی نہیں دیتا۔ یہ زیادہ

سے زیادہ وہ تعداد ہے جن کو نماز پڑھنے کی توفیق تو ہے مگر دوران سال یہ اس توفیق سے فائدہ نہیں اٹھاتے رہے۔ کچھ وہ ہیں جو ہمیشہ آنے والے ہیں اور ان کا مسجد سے تعلق ایک دائمی تعلق ہے جو کبھی کٹ نہیں سکتا۔ رمضان آئے یا رمضان گزر جائے قطع نظر اس سے وہ اپنے رب سے تعلق رکھتے ہیں جو ہمیشہ رہتا ہے اور اس بناء پر ان کا مساجد سے تعلق ایک دائمی تعلق ہے کسی موسم کا محتاج نہیں لیکن جو آج آئے ہیں وہ بھی خدا ہی کی خاطر آئے ہیں اور کئی امنگیں لے کر آئے ہیں۔ کئی ان میں سے یہ سوچ کر آئے ہیں کہ شاید یہ ایک ہی جمعہ ہمارے گزشتہ سال کے خلاؤں کو بھر دے۔

آج خصوصیت سے ایسے دوستوں کو مخاطب کرتے ہوئے میں نے ان آیات کریمہ کا انتخاب کیا ہے جن کا میں نے ترجمہ ابھی پڑھنا ہے، خاص طور پر میں ان کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ درست ہے کہ بعض دفعہ ایک جمعہ بھی گزشتہ ایک سال ہی کے نہیں گزشتہ تمام عمر کے خلاؤں کو بھر سکتا ہے، ایک لمحہ بھی ایسا کر سکتا ہے، وہ رات بھی جسے لیلۃ القدر کہتے ہیں یہی تو کام کرتی ہے کہ ساری زندگی کے خلاؤں کو بھر دیتی ہے۔ مگر اس کی کچھ شرطیں ہیں اور ان شرطوں میں سے سب سے اہم بنیادی شرط اس سورۃ القدر کے آخر پر بیان ہوئی ہے کہ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (القدر:6) مَطْلَعِ الْفَجْرِ اس کے بعد ضروری ہے۔ وہ رات پھر قائم نہیں رہا کرتی اور جو فجر ہے وہ اتنی لمبی ہے کہ ساری زندگی کے لمحوں پر حاوی ہو جاتی ہے۔ پس یہ امیدیں بے سود نہیں، فرضی نہیں، گمان کی نہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ایک جمعہ بلکہ چند لمحات بھی انسانی زندگی کے تمام خلاؤں کو بھر سکتے ہیں لیکن ان شرطوں کو پورا ہونا چاہئے جو قرآن کریم نے کھول کھول کر بیان فرمائیں اور محض بخشش پر نظر نہیں بلکہ توبہ کے تقاضوں کو بھی پورا کرنا چاہئے۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ وہ جو آج کے مہمان ہیں محض آج ہی کے مہمان نہیں رہیں گے بلکہ ہمیشہ کے لئے مساجد سے اپنا تعلق جوڑ لیں گے اور جب مساجد سے ان کا تعلق جڑے گا تو لازماً خدمت دین کے مختلف مواقع بھی ان کو میسر آئیں گے اور زندگی پہلے سے بہت بہتر ہو جائے گی۔ پس سادہ، صاف ستھرے لفظوں میں قرآن کریم کی ان آیات کے حوالے سے میں ان کو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ کہ یاد رکھو اگر تم ناشکری کرو یا خدا کا انکار کر دو دونوں صورتوں میں اللہ تو غنی ہے وہ تمہارا

محتاج نہیں۔تم اگر تمام تر بھی خدا سے پیٹھ پھیر کے چلے جاؤ تو وہ جو عالمین کا رب ہے اسے ایک دور کے چند آدمیوں کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے۔لیکن اس کی لاپرواہی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمہاری بھلائی میں اسے کوئی دلچسپی نہیں۔فرمایا وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ تمہیں اجازت تو دے رکھی ہے کہ چاہوتو کفر اختیار کر جاؤ کیونکہ یہ جو انسانی زندگی کا ماحصل ہے وہ اس اختیار سے وابستہ ہے چاہوتو یہ کرو چاہوتو وہ کرو۔پس خدا تعالیٰ زبردستی تو تمہیں کسی نیکی پر قائم نہیں فرمائے گا اور اگر تم چلے جاؤ تو اس کی پرواہ بھی کوئی نہیں،اس کا کوئی نقصان نہیں مگر چاہتا یہ ہے کہ تم کفر سے بچ جاؤ۔ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ اپنے بندوں کے کفر پر خدا راضی نہیں ہوتا۔اسے پسند نہیں آتا کہ اس کے بندے ہوں اور شیطان کے بندے بن جائیں وَ اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ اور اگر تم شکر کرو تو وہ تم سے بہت راضی ہوگا اور یادرکھنا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۔خدا تعالیٰ سے جو رضا تم نے چاہنی ہے اس میں تمہارے کوئی رشتے ،کوئی تعلق کام نہیں آئیں گے۔کسی کی اولاد ہو یہ نہیں دیکھا جائے گا۔کن بڑے لوگوں سے تمہارا تعلق ہے یہ بات خدا تعالیٰ کے حضور قابل پذیرائی ہی نہیں ہے۔کوئی اس کا تعلق تمہاری بخشش سے نہیں۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى یہ ایک ایسا دائمی قانون ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں۔کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔پس یادرکھو اگر تم نے خدا کو راضی کرنا ہے تو لازماً تمہیں خود اس رضا کے حصول کے لئے کچھ کرنا ہوگا۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور یادرکھو تم میں سے ہر ایک نے اپنے رب کے حضور واپس لوٹ کر جانا ہے اس لئے یہ گمان کہ دنیا میں ہم غفلت کی حالت میں وقت گزار بھی دیں تو کیا فرق پڑتا ہے یہ بالکل جھوٹ ہے۔اچھی طرح ہوش سے اس بات کو سن لو کہ تم نے لازماً خدا کے حضور جانا ہے اور اس قانون کے ساتھ جاؤ گے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کہ تمہارا نہ عزیز، نہ رشتے دار، نہ دوست، نہ کوئی بزرگ، نہ اولاد، کوئی تمہارے کام نہیں آئیں گے۔تمہیں خود اپنا حساب دینا ہوگا،اپنے معاملات کو خدا تعالیٰ کے حضور رکھنا ہوگا اور اس میں تم پوچھے جاؤ گے۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس وقت وہ تمہیں بتائے گا کہ تمہارے اعمال کی کیا حقیقت تھی،تم زندگی میں کیا کرتے رہے اور جن باتوں کو تم اچھا سمجھتے تھے ان کی اصل حیثیت کیا تھی۔اچھی تھی یا بری تھی یہ سارے مسئلے قیامت کے دن حل

ہوں گے۔

فرمایا اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ یاد رکھنا تمہارے سینوں کی گہرائیوں تک خدا واقف ہے۔ یہ گمان دل سے نکال لو کہ کوئی کام اس سے چھپ کے بھی کر سکتے ہو۔ کوئی ایسی زندگی بھی گزار سکتے ہو جس کا خدا کو علم نہیں اس لئے قیامت کے دن تم پرستش سے بچ جاؤ گے۔ فرمایا وہ سینوں کے اندر چھپے ہوئے رازوں سے بھی واقف ہے۔ ذَاتِ الصُّدُوْرِ کا مطلب ہے جو کچھ بھی سینوں میں ہے، سینے والی باتیں مراد ہے۔ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ یہ ایک دائمی انسانی فطرت کا بیان ہے کہ وہ کیسے خدا تعالیٰ سے معاملہ کرتا ہے۔ وہ لوگ جو عام طور پر خدا کو بھول جاتے ہیں وہ لوگ جن کی زندگی میں خدا کا کوئی عمل دخل نہیں رہتا خدا ان کی یادوں سے بھی باہر نکلا رہتا ہے۔ دنیا کے کاموں میں مصروف دنیا کی عزتوں کا پیچھا کرتے ہوئے، دنیا کے اموال کی پیروی کرتے ہوئے، ان کی ساری زندگی ضائع چلی جاتی ہے۔ ہاں جب تکلیف پہنچتی ہے۔ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ جب بھی کوئی تکلیف انسان کو چھو جائے۔ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ وہ اللہ کی طرف جھکتا ہوا اس کے حضور گریہ وزاری کرتا ہے یا اس کے حضور دعائیں کرتا ہے۔ دَعَا رَبَّهٗ میں گریہ وزاری کا مضمون ظاہراً تو نہیں مگر شامل ہے۔ جب تکلیف ہو تو انسان گریہ وزاری ہی کے ساتھ دعا کیا کرتا ہے۔ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً پھر جب اللہ تعالیٰ اسے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے۔ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا بھول جاتا ہے کہ وہ کیا دعائیں کیا کرتا تھا یا کون سی دعائیں اس نے کی تھیں جن کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ایک مصیبت کو ایک رحمت میں تبدیل فرما دیا۔ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ اور وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرانے لگتا ہے اور اس حد تک ٹھہرانے لگتا ہے کہ دوسروں کو بھی اس راہ سے گمراہ کر دے۔ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ تو کچھ دیر بے شک ان باتوں میں جو زندگی کے مزے لوٹ سکتا ہے لوٹ لے لیکن یاد رکھ کہ آخر آگ کا عذاب تیرے مقدر میں ہے تو اس سے بچ نہیں سکتا۔

اب یہ روزمرہ کی باتیں ہیں لیکن روزمرہ ہی انسان ان باتوں کو بھلائے رکھتا ہے۔ اکثر جو مزے سے بے تعلق رہنے والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان کی زندگی بسا اوقات اپنے ہی معاملات کی جستجو میں کھوئی جاتی ہے، بالکل مگن ہو جاتی ہے۔ بیوی بچے ہیں، رہن سہن ہے، مکان، جائیدادیں،

نوکریاں، دنیا کے کام اور پھر جو کچھ حاصل ہوتا ہے اسے اپنے عیش وعشرت اور لطف کے حصول کے لئے انسان بے انتہاء خرچ کرتا ہے۔ جب جتنی توفیق ہو خرچ کرتا چلا جاتا ہے اور دنیا کی زندگی کا جو لطف ہے وہ اسے شراب کی طرح مدہوش رکھتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ مل گیا تو میری زندگی کامیاب ہے اس لئے وہ ضرورت محسوس نہیں کرتا اس خدا کی طرف جھکنے کے لئے جو ربّ ہے جس کی ربوبیت کے نتیجے ہی میں اسے یہ سارے فیض ملتے ہیں۔ ہاں جب کوئی تکلیف پہنچے، کوئی حادثہ ہو جائے، کوئی بیماری آ جائے یا بعض دفعہ بعضوں کے کاروبار اچانک تباہ ہونے لگتے ہیں اور بڑی مشکلات درپیش ہوتی ہیں، چٹیاں پڑ جاتی ہیں یا ویسے دنیا کے مصائب کی چکی میں انسان پیسا جاتا ہے، مظالم کا شکار ہو جاتا ہے یہ سارے وہ ہیں جن کو ''ضر'' کے لفظ کے تابع بیان فرمایا گیا اس وقت انسان خدا کی طرف جاتا ہے خواہ کیسا ہی دہریہ کیوں نہ ہو، کیسا ہی بے تعلق کیوں نہ ہو۔ دراصل یہ مضمون ہے ''**ڈوبتے کو تنکے کا سہارا**'' والا۔ جب انسان غرق ہونے لگے تو جانتا ہوا بھی کہ تنکا مجھے کچھ فائدہ نہیں دے گا تنکا بھی نظر آئے تو اس پہ ہاتھ مار دے گا۔ تو اگرچہ ان کا خدا سے تعلق ایک سرسری سا تعلق ہوا کرتا ہے ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر، اس کی قدرتوں پر ایمان ایک کھوکھلا سا ایمان ہے مگر جب کچھ بھی دکھائی نہ دے تو پھر انسان اس ایمان پر ہاتھ مارتا ہے جسے وہ بے حقیقت اور کھوکھلا سمجھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسی حالت میں اس کی بے قراری کے پیش نظر ہم سن بھی لیتے ہیں اور اس کی مصیبتیں دور فرما دیتے ہیں اور ان مصیبتوں کی جگہ اس کے لئے راحت اور آرام کے سامان کرتے ہیں۔ جب یہ کچھ ہو جائے تو پھر وہ شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔ یہ مضمون کیوں پیدا ہوتا ہے۔ جب اس نے دعا کی اور دعا قبول ہوگئی تو پھر کیوں خدا کے سوا کسی اور طرف جھکتا ہے۔ اس کا جواب دراصل اس آیت کے پہلے حصے میں دیا جا چکا ہے۔ اس کو محض مجبوری ہے اور سخت انتہاء کی بے اختیاری ہے جو خدا کی طرف جانے پر مجبور کرتی ہے۔ اگر خدا پر اعتقاد ہوتا، یقین ہوتا، ایمان ہوتا تو اس کی ساری زندگی اللہ سے تعلق میں کٹتی۔ اللہ تعالیٰ سے پیار اور محبت کے سلسلے ہمیشہ استوار رہتے۔ پس وہ عارضی طور پر جب گیا ہے تو دراصل ایمان نہیں ہے ویسی ہی بات ہے جیسا کہ میں نے کہا تھا ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' وہ ہاتھ مارتا ہے اور جب تنکا، اسے جسے وہ تنکا سمجھ رہا ہے بچا لیتا ہے تو یقین کرتا ہے کہ تنکا تو بچا سکتا ہی نہیں یہ میری ہی کوئی چالاکی ہے جو میرے کام آئی ہے۔ بدلتے ہوئے حالات کی اور توجیہات کرنے لگتا ہے۔ وہ

کہتا ہے دیکھو اس مصیبت میں میں پھنسا تھا پھر فلاں دوست کام آ گیا، میرے فلاں تعلقات کام آ گئے۔ مجھے ایسی ترکیب سوجھی کہ میری ڈوبتی بزنس اچانک ابھری اور بہت کامیاب تجارت میں تبدیل ہوگئی۔ تمام Complements، تمام وہ جو قابل تعریف باتیں ہیں وہ اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا چلا جاتا ہے اور لوگوں کے سامنے یہ اعلان کرتا ہے کہ دیکھو ہوشیار اور چالاک آدمی دیکھو کس کس مصیبت سے بچ کے نکل آتا ہے اس سے وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے اور دراصل دہر یہ وہ پہلے بھی تھا اب بھی ہے کیونکہ وہ خدا جس کی قدرتوں پر یقین ہو اس کے ساتھ انسان بے تعلق نہیں رہ سکتا، یہ آپ کے لئے سمجھنا ضروری ہے۔

بہت ہی اہم گہرے نفسیاتی نکات ہیں جو ان آیات نے پیش کئے۔ **مراد یہ ہے کہ تم اگر روزمرہ کی زندگی میں اللہ سے بے تعلق رہتے ہو تو یہ تمہارا وہم ہے کہ تم خدا کے قائل ہو۔** دنیا میں جہاں بھی تمہارے مطالب حل ہوتے ہوں تو وہاں پہنچتے ہو اور ان چوکھٹوں کے حضور سر جھکاتے ہو جو دنیا کی چوکھٹیں ہیں، بڑے بڑے سیاست دانوں کے ساتھ دوستی پر ہی فخر ہو رہا ہے اور یہ تعلق اتنا بڑھا لیا جاتا ہے کہ ان کی وجہ سے لوگ اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں۔ مگر قربان کیوں کرتے ہیں؟ اپنی انا کی خاطر کہ یہ ہمارا تعلق والا ہے اور اس کی وجہ سے ہماری بڑائی ہے۔ پس اس کو نقصان پہنچے تو ہمیں بھی نقصان پہنچتا ہے لیکن بے حقیقت باتیں ہیں۔ پاکستان کے الیکشن میں پچھلے دنوں میں بعض لوگوں نے خودکشیاں کرلیں، بعضوں نے خودسوزی کرلی، آگ میں جل گئے کہ فلاں جو ہمارا محبوب تھا وہ کیوں نہ آیا اور وہ دوسرا کیوں طاقت میں آ گیا، تو یہ دنیا کی زندگی کی لعنتیں ہیں اس کے سوا ان کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔

پس اگر انسان جن کو بڑا سمجھتا ہو ان کے ساتھ یہاں تک سلوک کرتا ہے اگر واقعۃً خدا پر یقین ہو اور خدا کو حقیقۃً بڑا سمجھتا ہو تو کیسے ممکن ہے کہ خدا کی بڑائی سے تو منہ موڑے رکھے اور خدا کی طرف ہمیشہ روزانہ جب بھی نماز کا وقت آئے پیٹھ پھیر کر دنیا کی طرف چلا جائے اور پھر بھی اس کا خدا پر یقین قائم اور خدا کو بڑا سمجھ رہا ہے۔ پس یہ جھوٹ ہے، یہ جھوٹ کی زندگی ہے اس کی طرف متوجہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ امر واقعہ یہ ہے کہ جانا پھر وہیں ہے جس خدا نے ہمیں پیدا کیا، جہاں سے ہم آئے تھے اور جو نعمتیں ہمیں عطا ہوئیں اسی خدا نے عطا فرمائیں جو رب العالمین ہے اور ان نعمتوں

کے حصول کے باوجود ناشکری کی زندگی تو بہت ہی ناپسندیدہ زندگی ہے۔

ایک طرف دنیا کا انسان جو تمہیں کچھ دے سکتا ہے بسا اوقات نہیں بھی دیتا تو اس کی چوکھٹ پر سر پٹکتے چلے جاتے ہو۔ کتنے سیاستدان ہیں جنہوں نے دنیا کو، واقعۃً اپنے پیچھے چلنے والوں کو کچھ عطا کیا ہے، صرف ایک فخر ہی کا احساس ہے۔ یہ یقین ہے کہ ہم بڑے ہیں کیونکہ ہمارا دوست بڑا ہے، ہم اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مگر دیتے کب ہیں کچھ۔ اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے جس نے تمہاری زندگی کے سارے سامان پیدا فرمائے اس کا شکر کا تصور تک تمہارے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی عبادت کو یہ سمجھتے ہو کہ اتنا بوجھ ہے کہ مصیبت پڑ گئی ہے اس لئے سال کا ایک جمعہ بھی اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ چلو سارا سال نہ سہی اس ایک جمعہ سے ہی خدا تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔ نہ کوئی خرچ کرنا پڑا نہ کوئی مصیبت اٹھانی پڑی، مفت کا یار کمایا گیا اور کیا چاہئے۔

اور دراصل بہت سے علماء بدقسمتی کے ساتھ لوگوں کو اس طرف، ان غلط راہوں کی طرف لے جاتے ہیں یہ تصور پیش کرتے ہیں کہ خدا تو بڑا رحیم و کریم ہے کیا مصیبت پڑی ہے اس کی راہ میں محنتیں کرنے کی جمعۃ الوداع میں اگر تم چلے جاؤ اور جمعہ کے بعد عصر تک دعائیں کرو تو تمہاری سارے سال کی خطائیں ہی نہیں ساری زندگی کی خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ پس جمعۃ الوداع کی برکتیں، اس کی عظمتیں بیان کر کر کے وہ بے وقوفوں کی عقلیں مار دیتے ہیں، جو کچھ تھوڑی سی عقل ہے اس کا بھی ستیاناس کر دیتے ہیں اور قرآن کریم کے اس مضمون سے بالکل منافی تعلیم دے رہے ہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ **یاد رکھو عارضی طور پر اگر تم میرے پاس آؤ گے میں سن بھی لوں گا تو یاد رکھنا اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی۔ میرے پاس آ کر اگر میرے ساتھ تعلق پیدا ہو جائے تو پھر دائمی میرے ہو کر رہو گے** لیکن آئے اور چلے گئے، یہ قطعی اس بات کی دلیل ہے کہ تم اپنے وقتی فائدے کی خاطر آئے تھے، تمہارا میری ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کے متعلق فرمایا۔ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ اللہ تعالیٰ تمہیں بتائے گا پھر کہ تمہارے اعمال کیا تھے اور آخر دوسری آیت میں یہ نتیجہ نکالا ہے اے ایسے انسان إِنَّكَ مِنْ أَصْحَٰبِ النَّارِ تو آگ کا ایندھن ہے، اس کے سوا تیرا کوئی مقدر نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تو یہ نقشہ کھینچ کر آگ کا انجام دکھا رہا ہو اور مولوی کہہ رہے ہوں کہ کوئی فکر کی بات نہیں آنحضرت ﷺ سے محبت کا دعویٰ کر لو پھر جو چاہے کرتے پھرو سب کچھ اجازت

ہے اور وہ گناہ جو خدا نہیں بخش سکتا وہ آنحضرت ﷺ بخشوا لیں گے۔ یہ تصور جس قوم کو دے دیا جائے اس کا دین بھی گیا، اس کی دنیا بھی گئی، کچھ بھی اس کا باقی نہیں رہتا۔

پس بحیثیت احمدی آپ بیدار ہوں۔ اگر آپ نمازیں نہیں پڑھتے رہے تو یہ جمعہ خدا کرے آپ کے کام آجائے۔ مگر آئے گا اس طرح کہ اس جمعہ کے بعد آپ کی کیفیت بدل جائے پھر آپ ہمیشہ خدا ہی کے ہو جائیں یا ہونا شروع ہو جائیں۔ خدا کا ہو جانا تو ایک بہت بڑا کام ہے، بہت ہی بڑا دعویٰ ہے لیکن ہونا شروع ہو جانا تو کوئی مشکل کام نہیں۔ ایک سمت میں آپ کچھ قدم اٹھائیں، تھوڑا بہت اس کی طرف جانا شروع کریں تو باقی کام پھر اللہ خود سنبھال لیتا ہے۔ پس میں آپ کو سمجھاتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں سفر جو ہے وہ مشکل کام نہیں ہے۔ آج کے جمعہ کی برکت سے آج اپنے لئے دعائیں کریں، ایک اپنے لئے لائحہ عمل تجویز کریں اور اس فکر کے ساتھ آج جمعہ سے فارغ ہوں کہ ہم اس جمعہ کی برکتوں کو باقی سال میں اپنے پاس سنبھالنے کے لئے کیا کریں گے۔

دیکھو اگر پیاس ہو، اگر فصلیں سوکھ رہی ہوں اور پھر پانی برسے تو کون بے وقوف ہے جو اس پانی کو سنبھالنے کا انتظام نہیں کرتا۔ اگر کسی کے پاس برتن ہیں تو وہ برتن بھرے گا۔ اگر کسی نے فصل کے لئے تیاری کرنی ہے تو وہ گڑھے جن میں پانی اکٹھے کئے جاتے ہیں ان کے وہ کنارے درست کرے گا اور جہاں تک ممکن ہے وہ کوشش کرتا ہے کہ اس پانی کو ایسا سنبھال لوں کہ دیر تک میرے کام آتا رہے، کچھ تو کرتا ہے انسان۔ تو آپ بھی سوچیں کہ آپ نے کیا کرنا ہے۔ آج کا جمعہ آئے گا آپ اسے وداع کر کے واپس بعینہٖ انہی جگہوں پہ چلے جائیں گے جہاں سے آئے تھے؟ یا آج ہی فیصلہ کریں گے کہ ہم نے کچھ تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں۔ سادہ لفظوں میں جو تبدیلیاں پیدا ہونی چاہئیں جن کی ضرورت ہے وہ میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔

سب سے اہم چیز عبادت ہے کیونکہ قرآن کریم نے اپنے تعلق کو عبادت ہی کے حوالے سے بیان فرمایا ہے مگر پہلے میں باقی تیسری آیت کا ترجمہ کرلوں پھر اس مضمون پر واپس آؤں گا۔ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ فرمایا کیا وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے ہاں بڑی فرمانبرداری کے ساتھ قَانِتٌ معنی فرمانبرداری کے ساتھ، اس

کے حضور جھکتے ہوئے رات کی کچھ گھڑیوں میں سجدے کرتا ہے اور کھڑا رہتا ہے۔ یَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَۃَ اور آخرت سے ڈرتا رہتا ہے۔ وَیَرۡجُوۡا رَحۡمَۃَ رَبِّہٖ اور اللہ کی رحمت کی امیدیں لگاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی رحمت سے نیک توقعات رکھتا ہے کہ ہمیں بھی یہ نصیب ہو جائے۔ فرمایا قُلۡ ہَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ کیا جاننے والے نہ جاننے والوں کے برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا عالم لوگ بے علم لوگوں کے برابر ہو سکتے ہیں یا بے علم لوگ عالم لوگوں کے برابر ہو سکتے ہیں؟ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ علم کے اندر جو فضیلت اور برکت ہے وہی تو ہے جس نے دنیا کو مختلف حصوں میں بانٹ رکھا ہے۔ جو دنیاوی علم میں ترقی کرنے والی قومیں ہیں دیکھو وہ کس اعلیٰ حال تک جا پہنچی ہیں۔ دولتیں بھی ان کی ہیں، سیاستیں بھی ان کی ہیں، تہذیبیں بھی انہی کی ہو گئیں، وہی ہیں جو غریب ملکوں کو جو لاعلم ہیں دراصل، علم کی کمی کی وجہ سے غریب ہیں ان کو اپنے زیر نگیں کئے ہوئے ہیں۔ ان کی باگیں ان کے ہاتھ میں ہیں۔ جب بھی کوئی بڑا مسئلہ پیدا ہو جائے تو باہر سے لوگ جاتے ہیں اور باہر سے جا کر فیصلے کرتے ہیں کہ ملک کا کیا حال ہے۔

ابھی آپ نے پاکستان کے الیکشنز میں یہ بات سنی ہوگی کہ آسٹریلیا کے نمائندوں نے فیصلہ کیا ہے کہ الیکشن دیانتدارانہ ہوئے ہیں یا دنیا کے ترقی یافتہ قوموں کے نمائندوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ الیکشن دیانتدارانہ ہوئے۔ کبھی آسٹریلیا نے بھی پاکستانیوں کو بلایا ہے یا امریکہ نے دعوت دی ہے کبھی کہ خدا کے لئے آؤ اور دیکھو کہ ہمارے الیکشنز دیانتدارانہ ہیں کہ نہیں ہیں۔ اتنی ذلت ہے قوم کی کہ اس سے زیادہ آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ باہر کی قومیں ٹھیکیدار بن کے آجاتی ہیں اور آ کے فیصلے دیتی پھرتی ہیں اور فیصلے بھی ایسے حال میں دیتی ہیں جب ان کو پتا ہی کچھ نہیں لگ سکتا۔ ان کے اندر طاقت ہی نہیں۔ وہ خدا تعالیٰ جس طرح فرماتا ہے کہ وہ ذات الصدور جانتا ہے وہ تو چہرے بھی پہچاننے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان کو کیا پتا کہ اتنے بڑے ہنگاموں میں کیا کیا چالاکیاں ہیں جو استعمال کی جاتی ہیں اور فیصلہ ایک دے دیا ہے اور اسی کو پھر پیش کیا جا رہا ہے ساری قوم کی طرف سے۔

اب بتاؤ آسٹریلیا کے نمائندوں نے کہہ دیا الیکشن ٹھیک ہیں تو ہم بالکل ٹھیک ہیں۔ کسی دن تم بھی بھیجو نمائندے کوئی وہاں اور وہاں کے الیکشن کے اعلان کر کے دیکھو۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ جوتیاں مار کے نکال دیں گے مگر حال وہی کریں گے جیسے جوتیاں ماری جا رہی ہوں کہ تم ہوتے کون ہو

بے وقوفو! تمہاری بات سنتا کون ہے، اہمیت کون دیتا ہے۔تو یہ فرق ہے اصل میں علم کی برتری کا۔ یہ جو نمونے غریب دنیا میں دکھائے جارہے ہیں سب جہالت کے نمونے ہیں۔ پس قرآن کریم نے علم کو نمایاں طور پر پیش فرمایا ہے۔

فرمایا ہے جو نیکی ہے وہ حقیقت میں علم سے پیدا ہوتی ہے اور سچے علم کے نتیجے میں یہ بات لازماً کھل کے سامنے آتی ہے کہ خدا ہی ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ پس فرمایا وہ جو راتوں کو اٹھتے ہیں وہ پاگل نہیں ہیں۔تم بے وقوف ہو جو سمجھتے ہو کہ یہ لوگ، مذہبی لوگ اپنا وقت ضائع کررہے ہیں، خواہ مخواہ مصیبت ڈالی ہوئی ہے پانچ وقت اذانوں کے جواب میں وضو کر کے دوڑتے ہیں مسجدوں کی طرف اور پھر راتوں کو اٹھ کر بھی اپنا وقت ضائع کرتے ہیں یعنی اگر یہ نہ بھی کہو تو عملاً یہی سمجھتے ہو کیونکہ تم یہ کیوں نہیں کرتے پھر۔اس لئے بڑے مزے سے جب کچھ لوگ عبادت کے لئے جارہے ہوں کچھ دوسری طرف اپنے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں یہاں تک کہ اپنی روزمرہ کی دلچسپیاں جو معمولی ہیں ان کو بھی عبادت پر اہمیت دیتے ہیں۔

پس اس مضمون کو خدا تعالیٰ واضح کرنے کی خاطر فرماتا ہے کہ دیکھو اگر تم خدا تعالیٰ سے پیار میں یا اس پر یقین میں سچے ہوتے، اگر واقعۃً تمہیں یہ علم ہوتا کہ ایک اللہ ہے اور یہ علم ہوتا کہ اس کے حضور تم نے حاضر ہونا ہے یہ علم ہوتا کہ ساری رحمتیں اور نعمتیں اسی سے آتی ہیں، اگر یہ علم ہوتا کہ اس سے تعلق کٹ جائے تو انسان ہر سعادت سے محروم رہ جاتا ہے تو پھر تم وہ کرتے جو آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کرتے ہیں۔ اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيۡلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا یہاں ایک کے حوالے سے بات ہو رہی ہے اور وہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا حوالہ ہے جن کی غلامی اور متابعت میں اور بھی ایسے بہت سے پیدا ہوئے۔ راتوں کو اٹھتے ہیں راتوں کا ایک بڑا حصہ خدا کے حضور کھڑے رہتے ہوئے یا سجدے کرتے ہوئے گزار دیتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور اس کی رحمت سے امید لگائے رہتے ہیں۔اگر وہ ایسا کریں تو پھر بتاؤ کہ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ کیسے خدا ایک جیسا سلوک کرے گا۔ یہ صاحب علم لوگ ہیں اور جہاں تک صاحب علم لوگوں کو تعلق ہے قرآن کریم حقیقی علم والوں ہی کو اُولُوا الۡاَلۡبَابِ قرار دیتا ہے۔ یہی ہیں جو عقل والے لوگ ہیں کیونکہ ان کا علم ان کی صحیح راہنمائی کرتا ہے۔ وہ علم جو خدا سے دور لے

جائے اس کو قرآن کریم کی تعریف کی رو سے علم نہیں کہا جاسکتا۔ اگر علم سچا ہو تو ہر علم کو خدا کی جانب لے جانا چاہئے اور اگر علم سچا ہو اور خدا کی طرف نہ لے جائے تو علم والے جھوٹے ہیں۔ پھر وہ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ نہیں ہیں کیونکہ علم کے نتیجے میں اور کوئی راہ ہے ہی نہیں، ایک ہی رستہ ہے جس پہ علم لے کے جائے گا۔ دنیا کے جتنے علوم ہیں ان پر آپ غور کر کے دیکھ لیں اگر آپ کو تفصیل سے ان کے مطالعہ کا موقع ملے تو ان میں سے جو دنیا کے سائنسدان ہیں جو اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ہیں وہ لازماً اقرار کرتے ہیں کہ ایک خدا ہے اور اپنی برادری میں بظاہر پرانے لوگ شمار ہونے کے باوجود جن کے اوپر ان کے سائنسدان بھائی ہنستے ہیں کہ یہ تم نے کیا پاگلوں والی بات شروع کر دی ہے اتنے عالم، اتنے قابل اور یہ فرسودہ باتیں کر رہے ہو کہ خدا ہے اور اسی نے کائنات کو پیدا کیا، اسی کی طرف سب نے جانا ہے اس کے باوجود چونکہ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ہیں وہ اپنی بات پر قائم رہتے ہیں اور کوئی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب مرحوم کے ساتھ یہی سلوک ہوتا رہا، ان کی غیر معمولی عقل اور فراست اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جو آپ کو علوم کی تہہ تک رسائی نصیب ہوئی ہے اس کی وجہ سے وہ سامنے تمسخر تو نہیں کر سکتے تھے مگر ڈاکٹر صاحب سے ایک دفعہ گفتگو ہوئی وہ کہتے تھے مجھے پتا ہے، میں جانتا ہوں، مجھے احساس ہے کہ جب میں گزرتا ہوں تو کچھ سرگوشیاں ہوتی ہیں کہ یہ وہ ہے جو خدا کی ہستی کا قائل ہے۔ یہ وہ ہے جو یوم آخرت کا قائل ہے، یہ وہ ہے جس نے اپنی زندگی کو خدا کے حوالے سے ڈھالا ہے۔ کچھ عزت بھی کرتے ہیں لیکن محض اصول پرست ہونے کی وجہ سے یا عزت کرتے ہیں تو اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ایک بااصول انسان ہے، سچا ہے یا جھوٹا ہے، ہے بااصول۔ چنانچہ وہ اس سے احترام کا سلوک کرتے ہیں۔ کچھ ہیں جو پیٹھ موڑ کر پھر آپس میں اگر مذاق نہیں کرتے تو ہلکی پھلکی باتیں ضرور کریں گے کہ پتا نہیں اس بے چارے کو کیا ہو گیا ہے اچھا بھلا عقل والا لیکن یہ باتیں کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے بے وقوفو! بظاہر عقل والے ہو، بظاہر علوم حاصل ہیں لیکن علوم جس کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ دیکھ نہیں رہے۔ اگر اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ہوتے تو لازماً تمہیں علم کی ہر انگلی خدا کی طرف اٹھتی دکھائی دیتی۔ یہ وہ مضمون ہے جس کے متعلق فرماتا ہے اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ علم کے باوجود تم نصیحت حاصل نہیں کر سکتے جب تک عقل اور فراست نہ ہو۔ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ میں جو عقل کی تعریف ہے وہ قرآن کریم کی ایک خاص تعریف

ہے جو دنیا کی تعریف سے الگ ہے۔ دنیا کی تعریف میں جو انسان اپنے مطلب کی خاطر جو کچھ اس کو حاصل ہوتا ہے اس کی پیروی کرتا چلا جاتا ہے خواہ چالاکی سے کرے، خواہ جھوٹ سے کرے، خواہ دھوکہ بازی سے کرے، خواہ انسان کی خوشامد سے کرے۔ عقل کا آخری فیصلہ دینا اس بات پر ہوتا ہے کہ اس نے اپنے مطالب کو پالیا۔ اس نے جو حاصل کرنا تھا خواہ دھوکے سے حاصل کیا، خواہ ظلم سے حاصل کیا، خواہ خوشامد سے حاصل کیا، خواہ اپنے نفس کی عزت پر چھری پھیر کر حاصل کیا، حاصل تو کر لیا، یہ آخری تعریف ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی قومیں ظاہراً یہ تعریف نہیں کرتیں مگر فی الحقیقت اسی تعریف پر عمل پیرا ہیں۔ تمام دنیا کی سیاست عقل کی اس تعریف کے تابع ہے کہ مطلب حاصل کرنا ہے جھوٹ، سچ، ذلت، رسوائی، عظمت ان کا کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ سیاست صرف اس بات کا نام ہے کہ جس طرح بھی چاہو اپنے مقاصد حاصل کر لو اور اپنی قوم کے حق میں وہ کچھ حاصل کر لو جو خواہ دوسری قوم پر ظلم کے نتیجے میں حاصل ہو یہ عقل کی تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُولُوا الْاَلْبَابِ کی اور تعریف فرمائی ہے۔ ایسے لوگوں کا علم ان کو خدا کی طرف نہیں لے جاتا جو اس تعریف کے تابع دنیا میں کام کرتے ہیں ان کا علم انہیں ان چیزوں کی طرف لے جاتا ہے جو دنیا میں انہوں نے معبود بنا رکھے ہیں لیکن وہ لوگ جو سچے ہیں، جن کی عقل روشن ہے جو صاحب عقل ہیں قرآن کریم کی رو سے، ان کے متعلق قرآن کریم نے بالکل مختلف نقشہ کھینچا ہے۔

فرماتا ہے:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩١﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩٢﴾

(آل عمران: 191، 192)

کہ زمین و آسمان کی تخلیق میں وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور راتوں کے اور دن کے آپس میں ادلنے بدلنے میں لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ جو اہل عقل ہیں خدا کے نزدیک ان کے لئے ان میں بہت سے نشانات ہیں اور وہ نشانات کیا ہیں الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا

وَّ قُعُوْدًا وہ کچھ دیکھتے ہیں دنیا میں جس کے نتیجے میں راتوں کو اٹھ کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور قُعُوْدًا کبھی وہ بیٹھ کر عبادت کرتے ہیں، کبھی کھڑے ہو کے عبادت کرتے ہیں۔ یہ مضمون دیکھیں کیسا واضح طور پر اس مضمون سے خدا تعالیٰ نے ملایا ہوا ہے۔

فرمایا اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا کیا وہ شخص جو راتوں کو اٹھتا ہے کبھی کھڑے ہو کے خدا کو پکارتا ہے، کبھی سجدہ ریز ہو کر دعائیں کرتا ہے اور خدا کا خوف اس کے دل پر غالب رہتا ہے اور اپنی ہر آرزو کو خدا کے حضور پیش کرتا ہے کیونکہ اس کے سوا وہ کسی اور چوکھٹ کی طرف نہیں جاتا اسی سے امید رکھتا ہے اسی سے دنیا کے شر سے بچنے کی خاطر توقع رکھتا ہے۔ پس ہر خوف خدا کے تعلق میں ہے۔ ہر خواہش، ہر تمنا اللہ کے تعلق میں ہے۔ فرمایا یہ لوگ ہیں جو يَعْلَمُوْنَ جاننے والے ہیں۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ وہی بات جو دوسری آیت میں تھی اس آیت میں بھی بیان فرمائی کہ نصیحت تو صرف اولی الالباب پکڑا کرتے ہیں ورنہ کوئی نصیحت نہیں پکڑتا۔

تو آپ سے میں پھر ان آیات کے حوالے سے اب گزارش کرتا ہوں کہ یہاں جو مرکزی نکتہ ہے وہ عبادت کا ہے اور عبادت میں رات کا حوالہ دیا ہے دن کا حوالہ نہیں کیونکہ رات کی عبادت خدا کے حضور خالص ہونے کی ایک خاص امتیازی شان رکھتی ہے۔ دن کی عبادتوں سے انکار نہیں ہے مگر رات کا حوالہ اس لئے دیا گیا ہے کہ تم اگر واقعۃً اللہ سے پیار کرتے ہو، حقیقت میں اس سے تعلق ہے تو ایسے وقت میں بھی اس کے حضور اٹھو گے جب دنیا کی آنکھ تمہیں دیکھ ہی نہیں رہی۔ بسا اوقات گھر میں بیوی بچے سوئے ہوئے ہیں ان کو بھی پتا نہیں کہ کون اٹھا ہے، کیوں اٹھا ہے اور وہ اللہ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے اور اس کے خوف سے ڈرتے ہوئے، اس سے ہر خیر کی امید لگائے بیٹھے ہوئے، کھڑے ہوئے بھی اس کی عبادت کرتا ہے سجدے میں بھی اس کی عبادت کرتا ہے تو یہ عبادت کے خلوص کی طرف اشارہ ہے۔

پس رمضان مبارک نے آپ کو عبادت کے گر سکھا دیئے ہیں۔ اگر آپ نے خود نہیں سیکھے تو سیکھنے والوں کو دیکھا ضرور ہے۔ کوئی مسلمان گھر شاذ ہی ایسا ہو جہاں کوئی بھی عبادت نہ کی جارہی ہو رمضان میں، جہاں کوئی بھی روزہ رکھنے والا نہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو وہ بعید نہیں کہ آج اس جمعۃ الوداع میں بھی حاضر نہ ہوئے ہوں اس لئے ان تک تو نہ میری آواز پہنچے گی نہ وہ میرے مخاطب ہیں۔ میں

ان سے بات کرر ہا ہوں جن کے سینے میں کچھ ایمان کی رمق ضرور ہے اور خدا تعالیٰ نے ایمان کی اس رمق کو ہمیشہ پیار کی نظر سے دیکھا ہے ایک چنگاری تو روشن ہے، ایک امید تو ہے۔ پس میں ان سے مخاطب ہوں جن کے سینے میں یہ امید کی چنگاری روشن ہے۔ ابھی تک اگر راکھ تلے دب بھی گئی ہے تو اندر یہ کوئلہ ابھی جل رہا ہے اور زندہ ہے۔

پس اس پہلو سے آپ کو میں متوجہ کرتا ہوں کہ رمضان کی یہ برکتیں جو لوگوں نے جو دن کو عبادت کرتے تھے راتوں کو نہیں اٹھا کرتے تھے ان برکتوں نے انہیں راتوں کو اٹھنا بھی سکھا دیا، انہیں خدا کے حضور وہ اطاعت اور فرمانبرداری کی توفیق بخشی جو عام دنوں میں نصیب نہیں تھی۔ رمضان نے گناہوں سے بچنے کی ایک بہت بڑی توفیق عطا فرمائی جو وقت کے لحاظ سے مشروط ہی سہی مگر توفیق ضرور ملی۔ وہ لوگ جو اپنی بدعادتوں کو چھوڑنے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتے یا چھوڑنے کی طاقت نہیں رکھتے ایک محدود وقت کے لئے جو سحری سے لے کر افطار تک چلتا ہے مجبور ہوتے ہیں ان باتوں سے رکے رہتے ہیں۔ تو رمضان نے سہارا دیا ہے، رمضان نے آپ کو نیکی کے کاموں پہ چلنے کے لئے وہ سوٹا مہیا کر دیا جس کی ٹیک لگا کر آپ رفتہ رفتہ آگے بڑھ سکتے ہیں، اسے چھوڑ نہ دیں بالکل۔ لُولوں لنگڑوں کی طرح پھر وہیں نہ بیٹھ رہیں جہاں بیٹھے ہوئے اپنی عمر ضائع کی۔

اس لئے آج پروگرام بنائیں اور فیصلہ کریں۔ اس پانی کو اکٹھا کرنا ہے اس سے فیض حاصل کرنا ہے۔ اس لئے میں معین طور پر آج نئے آنے والوں سے مخاطب ہوتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ وہ نماز کے متعلق ایک فیصلہ کریں۔ **ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ بغیر نماز کے انسان مردہ ہے اس میں کوئی بھی جان نہیں۔** یہ وہم ہے کہ ایک نماز یا ایک جمعہ کی نماز یا ایک رات کا قیام ان کی تمام عمر کے خلاء کو پر کر سکتا ہے۔ آئندہ آنے والے خلاء پر کیا کرتا ہے پچھلے نہیں کیا کرتا، پچھلوں سے بخشش ہوتی ہے لیکن جو زندگی کی روح اترتی ہے وہ آئندہ آنے والے دنوں پر اترا کرتی ہے۔ پس اگر آئندہ نہیں اتری تو پچھلی بخشش بھی نہیں ہوگی یہ وہم ہے صرف۔ اگر بخشش ہے تو لازماً رمضان کے بعد زندگی میں ایک نمایاں پاک تبدیلی ہونا ضروری ہے اس کے بغیر بخشش کا تصور ہی محض ایک بچگانہ تصور یا ایک احمق کی خواب ہے۔

پس اپنے لئے ایک لائحہ عمل بنائیں نمازیں پڑھنے کی طرف متوجہ ہوں۔ اگر آپ کو نماز پڑھنی آتی نہیں تو اپنے کسی بھائی، ساتھی سے پتا کریں۔ **انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، لجنات اس طرف**

توجہ کریں ان سب لوگوں تک جہاں تک ممکن ہے پہنچنے کی کوشش کریں اور ان سے کہیں کہ اگر تم نے کچھ سبق سیکھنے ہیں، طریقے معلوم کرنے ہیں ہم حاضر ہیں مگر کچھ نہ کچھ نماز ضرور شروع کرو۔ اگرچہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے مجھے کوئی حق نہیں کہ میں کہوں کچھ نہ کچھ مگر میں جانتا ہوں کہ انسان کمزور ہے اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے کہ انسان کمزور ہے اسی لئے اس نے کچھ اس قسم کی رعایتیں دے رکھی ہیں کہ حسب توفیق آگے بڑھو، تھوڑا تھوڑا نیکی کی طرف آگے بڑھنا شروع کرو۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ خود تمہاری طرف زیادہ تیزی سے آگے بڑھے گا۔ تو یہ مراد نہیں کہ **نعوذ باللہ** میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ پانچ نمازیں فرض ہیں مگر آپ ایک ہی پڑھا کریں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر پانچ کسی صورت نہیں پڑھ سکتے تو خدا کے لئے ایک تو پڑھیں۔ یہ ویسی ہی بات ہے جیسے پانچ وقت کا کھانا میسر نہیں تو چوبیس گھنٹے میں ایک وقت کی روٹی تو مل جائے، یہ مراد نہیں کہ پانچ وقت کی ضرورت نہیں ہے۔ پس آپ اور کچھ نہیں اول تو پانچ کے لئے کوشش کریں یہ عہد کرلیں کہ ہم نے نماز ضرور پڑھنی ہے۔ نمازیں شروع میں خالی رہیں گی رفتہ رفتہ بھریں گی۔ یہ خیال غلط ہے کہ نماز پڑھتے ہی آپ عرش معلیٰ کی سیریں کرنے لگ جائیں گے۔ یہ عمر بھر کی محنت ہے۔ ایک دم تو گندم کے بیج بھی نہیں بھرا کرتے۔ سارا سال، چھ مہینے کم سے کم محنت ہوتی ہے تو آخر پر جا کر ان کے اندر وہ دودھ بنتا ہے جو پھر گندم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ تو آپ کو محنت کرنی ہوگی اور رفتہ رفتہ عبادت کے وہ خوشے نکلیں گے آپ کے دل سے، خدا جن کو دودھ سے بھر دے گا اور وہ دودھ ہے وہ آپ کے لئے روحانی رزق پیدا کرے گا۔

پس یقین رکھیں کہ لازماً ایک خدا ہے جس نے آپ کو پیدا کیا ہے۔ آپ کو بے فکری کی حالت میں مزید زندگی نہیں گزارنی چاہئے۔ یہ جہالت ہے، لاعلمی ہے اور یاد رکھیں مرنا ضرور ہے۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ اگلے رمضان سے پہلے ہم سب لوگ زندہ رہیں گے۔ لازماً ہم میں سے وہ معین لوگ موجود ہیں جو اس وقت اس خطبے میں حاضر ہیں مگر بعید نہیں کہ ان کو اگلا خطبہ بھی نصیب نہ ہو، بعید نہیں کہ اگلے مہینے کے خطبے نصیب نہ ہوں یا نمازیں نصیب نہ ہوں اگلے سال کی بات تو بہت دور کی بات ہے۔ پس اس پہلو سے خدا تعالیٰ نے جو یہ توجہ دلائی شروع میں کہ تم نے مرنا ہے، پیش ہونا ہے یہ خیال آپ کو تقویت بخشے گا اور نیکی کے ارادے کرنے میں آپ کی مدد کرے گا۔ جب موت کا وقت آجائے گا پھر کچھ نہیں ہو سکے گا اور سب پر آنا ہے۔

اس لئے وہ لوگ جو دنیا کی زندگی سے خوش ہیں وہ سوچ کر تو دیکھیں کہ جب موت کا وقت آئے گا تو ایسی بے قراری ہوگی کہ کچھ پیش نہیں جائے گی۔ وہ چاہیں گے کہ ہم واپس ہوں تو پھر کچھ کریں لیکن اللہ تعالیٰ اس خیال کو رد فرما دے گا اور یہ ساری زندگی ہاتھ سے نکل جائے گی اور دار الجزاء آگے لامتناہی سامنے کھڑا ہوگا تو مرنے سے پہلے کچھ کرو اور موت کا نہ دن معین ہے نہ وقت معین ہے اس لئے اپنی زندگی کو عبادتوں سے بھرنے کی کوشش کرو اور عبادت کے ساتھ ساتھ دوسری نیکیاں ضرور نصیب ہوتی ہیں۔ اس لئے جب آپ نمازیں پڑھتے ہیں تو نمازوں کے ساتھ بنی نوع انسان کی ہمدردی میں خرچ کرنے کی بھی توفیق ملتی ہے دوسری نیکیوں کی بھی توفیق ملتی ہے۔

جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انسان ایک قدم خدا کی طرف جاتا ہے تو خدا دس قدم آتا ہے۔ چل کر جاتا ہے تو اللہ دوڑ کر اس کی طرف آتا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ ہر طرف سے پھر خدا آنے لگتا ہے۔ آپ نے نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ آپ کو دس اور نیکیوں کی توفیق بخش دیتا ہے جن کے ذریعے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے اور ہر نیکی پھر آگے نیکیوں کے بچے دیتی چلی جاتی ہے۔ تو انسانی زندگی میں ایک انقلاب آنا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسا شاذ کے طور پر ہوتا ہے کہ یہ انقلاب اچانک آئے اور کسی کی کایا پلٹ جائے کہ گویا اچانک نیا وجود پیدا ہو گیا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے مگر بہت شاذ کے طور پر۔ قاعدہ کلیہ یہی ہے کہ آپ نیکی کا ایک فیصلہ کرلیں اور پورے عزم کے ساتھ اس پر قائم ہو جائیں اور خدا سے اقرار کریں کہ اے میرے خدا میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ میں تیرے حضور آگے بڑھنے کی کوشش کروں گا، تیرے حضور سر جھکانے کی کوشش کروں گا، اپنی رضا کو تیری رضا کے تابع کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ مرنے سے پہلے اس حال میں تجھ تک پہنچوں کہ پھر آگ میرا انتظار نہ کر رہی ہو بلکہ تیری رضا میرا انتظار کر رہی ہو۔

یہ فیصلہ ہے جو آج آپ کی تقدیر بدل دے گا۔ یہ فیصلہ ہے جسے نصیب ہو جائے اسے لیلۃ القدر بھی مل گئی، اس کی ساری زندگی کے خلاء پر ہو جائیں گے اور آئندہ اگر چند دن بھی زندہ رہیں گے تو پچھلی زندگی کی ساری بدیوں کو وہ دن دھو دیں گے۔ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی زبان سے جو ہمیں یہ خوش خبری دی ہے کہ اگر ایسے وقت میں بھی تمہیں توفیق مل جائے توبہ کی کہ موت کا وقت قریب پہنچا ہو اور نیکی کی طرف بڑھتے ہوئے تم نیکیوں کے شہروں میں ابھی پہنچے نہیں ابھی گھسٹ گھسٹ کے

جار ہے ہو تو خدا تعالیٰ تم سے یہ سلوک فرمائے گا کہ تمہاری پچھلی زندگی کی ساری سڑک جو بہت لمبی ہے اسے چھوٹا کر دے گا اور نیکی کی سڑک، جس کی طرف تم بڑھ رہے تھے وہ یوں لگے گا جیسے تم اس منزل کے قریب پہنچ گئے ہو اور جس طرف سے آ رہے تھے بدیوں کی زندگی بہت دور دکھائی دے گی جسے بہت پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ یہ مضمون ہے۔ اس وقت وقت نہیں ہے پوری تفصیل حدیث پڑھ کر اس کا بیان کرنے کا لیکن خلاصہ کلام یہی ہے کہ جو خلاء ہیں اللہ انہیں نظر انداز فرما دیتا ہے اور تبدیلی کے بعد کے چند دن کو اس کے پچھلے تمام خلاؤں کو بھرنے کے لئے فیصلہ کر دیتا ہے۔ اس حال میں جان دیتا ہے گویا اس نے ساری عمر نیکیاں کرتے ہوئے ہی جان دی ہے۔

پس ماضی سے جہاں تک تعلق ہے اتنا ہی تعلق ہے لیکن ماضی سے یہ تعلق تب قائم ہوگا اگر مستقبل تبدیل ہوگا اس کے بغیر نہیں۔ پس آج مستقبل تبدیل کرنے کا فیصلہ کر کے اٹھیں اور لازم کر لیں اپنے لئے کہ خدا کے حضور حاضر ہونا ہے اور اس کے لئے وضو کرنا ہوگا اور بعضوں کو غسل کرنا ہوگا۔ وضو میں انسان کے کچھ اعضاء دھوئے جاتے ہیں اور انسان پاک ہو کر اللہ کے حضور حاضر ہوتا ہے اور عبادت کے لئے لازم ہے کہ وضو کرے اور وہ جن کا سارا بدن کسی ایسے جذبے سے ملوث ہو گیا ہو جس کا دھونا ضروری ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غسل کرو۔ تو عبادت کا فیصلہ محض اکیلا کافی نہیں، آپ یہ بھی غور کریں کہ آپ کو غسل بھی کرنے ہیں آپ کو وضو بھی کرنے ہیں۔

پس یہ سوچیں کہ پیچھے کون سی بدیاں ہیں جنہوں نے آپ کو خدا سے ہٹا رکھا ہے، دنیا کی طرف توجہ مبذول کرا رکھی ہے۔ ان بدیوں پر نظر ڈالیں اور ایک غسل توبہ کریں۔ فیصلہ کریں کہ ہم نے اب ان بدیوں سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا حاصل کر لینا ہے۔ یہ فیصلہ ہے جو زندگی بدلا کرتا ہے اور عبادت کے فیصلے سے پہلے یہ فیصلہ ضروری ہے کیونکہ کوئی عبادت بھی اگر غسل ضروری ہو تو غسل کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔ اگر وضو ضروری ہو تو وضو کے بغیر قبول نہیں ہوتی اور اس نکتے کو سمجھنا بہت لازم ہے۔ غسل سے ظاہری غسل بھی مراد ہے مگر فی الحقیقت اندرونی غسل مراد ہے۔ وضو سے ظاہری وضو بھی مراد ہے مگر فی الحقیقت ایک اندرونی وضو مراد ہے۔ تم اپنے روزمرہ کے اعضاء جو دکھائی دے رہے ہیں کم سے کم ان کو تو پاک رکھو۔ یہ مضمون ہے وضو کا مضمون اس کو بھی سمجھ لیجئے۔ آپ جب باہر نکلتے ہیں تو لازم تو نہیں کہ آپ اندرونی حصوں کو جو دکھائی نہیں دے رہے جن پہ کپڑے پڑے ہوئے

ہیں ان کو بھی رگڑ کے صاف کر کے پھر باہر نکلیں۔ جو زیادہ پاک لوگ ہیں، جو فطرتاً صفائی پسند ہیں وہ قطع نظر اس کے کہ کچھ دکھائی دیتا ہے کہ نہیں اندرونی صفائی ضرور کرتے ہیں لیکن جو یہ نہیں کر سکتے کم سے کم جاتے جاتے اپنا منہ تو صاف کر لیتے ہیں اور بازو، ہاتھ یہ جو داغ نظر آنے والی چیزیں ہیں ان کو ستھرا کر کے باہر نکلتے ہیں۔ تو پہلا جو فیصلہ ہے وہ یہ ہے کہ **کم سے کم اتنا تو کرو کہ دنیا تمہارے اندر وہ داغ نہ دیکھے جو آنحضرت ﷺ کے غلاموں کی شان کے منافی داغ ہیں۔ وہ حرکتیں تو نہ کرو جن کے نتیجے میں تمہارے چہروں کے داغ، اسلام کے داغ بنتے ہوئے دکھائی دیں۔** دنیا یہ سمجھے کہ پتا نہیں کہاں سے یہ لوگ آئے ہیں ایسی گندی عادتیں، ایسی بے ہودہ حرکات۔ اپنے ہاتھوں کو دھوؤ یعنی ان سے حرام کمائی کھانے کے تصور بھی قریب نہ پھٹکنے دو، اپنے ہاتھوں کو ظلموں سے بچاؤ یہ ہاتھوں کا وضو ہے۔ اپنے چہرے کو جو توجہات کا چہرہ ہے اسے پاک وصاف کرو۔ غلط توجہات نہ کرو۔ پاک چیزوں کی طرف توجہ رکھو۔ یہ وضو ہے جو اس پاک تبدیلی کے لئے ضروری ہے اور پھر غسل کی توفیق اگر ملے اور وہ لازماً ملنی چاہئے تو کم سے کم اسلام میں داخل ہوتے وقت ایک غسل تو بہر حال ضروری ہوا کرتا ہے اور وہ غسل ہر انسان کو کرنا ہوگا اور آج کا دن ڈوبے نہ جب تک آپ یہ غسل نہ کر لیں۔ یہ فیصلہ کریں کہ ہم نے اپنے بدن کو پاک صاف کر کے خدا کے حضور پیش کرنا ہے، گندے کر حاضر نہیں ہونا۔

اگر اچھی مجلس ہو تو وہاں صاف ستھرا ہونا ضروری ہے تبھی قرآن کریم نے فرمایا ہے خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف:32) کہ مسجدوں میں جاتے تو ہو مگر زینت لے کے جایا کرو، پاک لوگوں کی مجلس ہے وہ۔ خدا والوں کی صحبت میں جا رہے ہو اس لئے نہ صرف صاف ستھرے ہو کے بلکہ سج کر جایا کرو۔ تو یہ تفصیلی مضامین ہیں جو تبدیلی یعنی روحانی تبدیلی کو پیدا کرنے کے لئے سمجھنے ضروری ہیں کہ چٹکیوں میں تبدیلیاں نہیں ہوا کرتیں اور محض نمازیں پڑھ جانے سے بھی تبدیلیاں نہیں ہوں گی۔ یہ سارے مضامین سمجھیں **اور اس سال یہ فیصلہ کریں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ برائیوں کے شہر کو چھوڑ کر نیکیوں کے شہر کی طرف حرکت شروع کر دیں گے۔** پھر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ جس حال میں بھی تم جان دو گے وہ خدا کے حضور مقبول انجام ہوگا اور خدا کی رضا پر جان دو گے مگر لازماً نیکیوں کی طرف حرکت کرنا ہے چاہے گھسٹتے ہوئے کرتے چلے جاؤ۔ ایسا شخص جس کی مثال آپ نے دی وہ ہے جس کی جان نکل رہی ہے، جسم میں طاقت نہیں، موت

کے نرغے میں مبتلا ہے اور پھر بھی گھٹنوں کے بل اور کہنیوں کے بل کوشش کر رہا ہے کہ دم نکلے تو خدا کے پاک لوگوں میں نکلے۔ یہ وہ نظارہ ہے جس کے بعد یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف نہ فرمائے۔ پس یہ کیفیت اپنے اوپر طاری کریں تو یہ جمعۃ الوداع آپ کے لئے ایک اور معنی میں جمعۃ الوداع بنے گا۔ یہ بدیوں کے لئے وداع کا جمعہ بن جائے گا، نیکیوں کے لئے نہیں۔ان معنوں میں وداع نہیں رہے گا کہ آپ نے آج پڑھا اور چھٹی ہوئی اور پھر اگلے سال تک آپ کو کسی جمعہ یا نیکی کی توفیق نہ ملی۔

یہ جمعۃ الوداع آپ کی بدیوں کو وداع کرنے کا جمعہ بن جائے گا۔ ہر اس چیز کو وداع کرنے کا جمعہ بن جائے گا جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ ہر اس چیز کے استقبال کا جمعہ بن جائے گا جو خدا کو پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خطبہ ثانیہ سے قبل حضور انور نے فرمایا:

اس جمعہ میں جو دعائیں آپ کو بتائی گئی ہیں امام صاحب نے اس سے پہلے جو مجھے آواز پہنچ رہی تھی آپ کو دعاؤں کی طرف توجہ دلائی تھی ان کو یاد رکھیں مگر وہ محض انفرادی دعائیں تھیں زیادہ تر توجہ اجتماعی دعاؤں کی طرف کریں۔ سارے بنی نوع انسان کے لئے دعائیں کریں۔ تمام جماعت احمدیہ کے مفادات کے لئے دعائیں کریں۔ ان تمام نقصانات سے بچنے کے لئے دعائیں کریں جو جماعت کی راہ میں اتفاقاً یا گھات لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور بالا ارادہ شرارت کے ساتھ پیدا ہو رہے ہیں۔ تو یہ جو وقت ہے جمعۃ الوداع کا یہ بہت برکتوں والا وقت ہے اس سے کوئی انکار نہیں۔ مگر جہاں اپنے لئے وہ دعائیں کریں میں نے ابھی جن کی طرف متوجہ کیا ہے وہاں بنی نوع انسان کے لئے دعائیں کرنا، اسلام کے اعلیٰ تقاضوں کے لئے دعائیں کرنا، احمدیت کے حق میں اور ہر شر سے بچنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجانے اور رہنے کی دعائیں کرنا، ان دعاؤں کو خصوصیت سے اہمیت دیں تو چھوٹے موٹے روزمرہ کے جو آپ کے کام اور ضرورتیں ہیں وہ ان دعاؤں کے سائے میں آپ ہی آپ ٹھیک ہو جایا کرتی ہیں۔

یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ کا دل اللہ کے کاموں میں اٹک جائے اور اللہ کے مفادات کی طرف دعاؤں میں توجہ پیدا ہو تو بسا اوقات اپنے لئے دعا مانگیں یا نہ مانگیں اللہ تعالیٰ خود ہی ان باتوں کا دھیان کرتا ہے۔